جلال الدین السیوطیؒ کے "الدر المنثور فی التفسیر الماثور" کے فضائلِ سورۃ الفاتحہ میں مذکور روایات کا تحقیقی جائزہ

A research evaluation of the narrations regarding the rewards of Surat Al fatiha mentioned in Al Durrul Manthur by Jalal ud Din Al Sauti (r.a)

ڈاکٹر کریم داد[i]

Abstract

This article is an analytical study of the specific portion i.e Surat Al Fatiha from Tafseer Aldurrul Manthur by the prominent Islamic scholar of the 5th Century(H), Imam Jalalud Din Al Sauti.In the article a detailed introductory note about the author and his contribution in the Islamic fields has been added in the start followed by the salient features of the Tafseer under reference.From the study, it shall become evident that this collection is the secondary source of the Tafseer Bil Mathur based on its pioneers collections such as Tafseer Ibne jarir etc.The author has mentioned a reasonable number of ahadith and the sayings of others narrators.He has limited his explanation only to describe the chain of the narrators overlooking the authenticicty as which was practiced at that time. It is assumed that by doing so he put a problem to the readers and movtivates them to search out themselves like the method of problem solving. In the explanation of Surat Al fatiha besides the reliable ahadith, many others that are weak or otherwise concocted are found. The ahadith that related to the rewards of Surat Al fatiha, have been evaluated in light of the priciples of hadith and the study of Jarh WA T'adil.It shall be a favorable study for the researches.

Key words: Tafseer Aldurrul Manthur, Jalal ud Din, Narrations, Jarh wA Taadil

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے جو کتابیں اور صحیفے نازل کئے ہیں ان میں قرآن مجید آخری، مکمل اور ابدی ہدایت کا ذریعہ اور تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ قیامت تک آنے والے تمام مسائل کا حل اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز اس پر عمل کرنے میں پنہاں ہے۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ قرآن کی اطاعت اور پیروی اس کے فہم و تدبر کے بعد ہی ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے[1] اور اسی کو تفسیر کہا جاتا ہے۔

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

تفسیر کے لغوی معنی

تفسیر باب تفعیل سے مصدر کا صیغہ ہے۔اس کا مادہ ف س ر ہے جو فَسَرَ یَفْسُرُ (نَصَرَ یَنْصُرُ) یافَسَرَ یَفْسِرُ (ضَرَبَ یَضْرِبُ) کے باب سے ہے[2]۔قرآن پاک میں تفسیر کے معنی اس طرح واضح کیے گئے ہیں۔[3] اس آیت میں تفسیر سے مراد بیان و تفصیل ہے۔گویا کہ تفسیر کے معنی واضح کرنے اور کھول کر بیان کرنے کے ہیں۔ابن منظور الافریقی لکھتے ہیں:

"فَسَرَ کے معنی ہے اظہار و بیان۔تفسیر کا مفہوم بھی یہی ہے۔"مزید کہتے ہیں۔ "فَسَرَ بے حجاب کرنے کو کہتے ہیں۔تفسیر کرتے وقت بھی مشکل لفظ کے معنی و مفہوم کو گویا بے حجاب کر دیا جاتا ہے[4]۔"

ابو حیان لکھتے ہیں:

"سواری کا پالان اتار کر اس کی پیٹھ ننگی کرنے کو بھی تفسیر کہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ ننگا کرنے میں کشف و اظہار کا مفہوم پایا جاتا ہے اس لیے کہ زین اتارنے سے پیٹھ کھل کر سامنے آجاتی ہے[5]۔"

مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

"فَسَر کے معنی ہے ظاہر کرنا، پردہ اٹھانا اور تفسیر کے بھی یہی معنی ہے[6]۔"

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ لغت کے اعتبار سے تفسیر کا لفظ ہر قسم کی وضاحت کے لیے استعمال ہوتا ہے خواہ آسمانی کتاب کی وضاحت ہو یا انسانی کتاب کی، خواہ حق کی وضاحت ہو یا باطل کی، خواہ محسوس مادی چیز کو ظاہر کرنا ہو یا الفاظ کے معنی و مفاہیم کو ظاہر کرنا ہو۔

تفسیر کے اصطلاحی معنی

لغوی مفہوم کے اعتبار سے تو تفسیر کا اطلاق ہر قسم کی وضاحت پر ہوتا ہے لیکن اہل اسلام کی اصطلاح میں یہ لفظ قرآن کی تشریح و توضیح کے ساتھ مخصوص ہے یہاں تک کہ حدیث کی تشریح کو بھی تفسیر نہیں کہا جاتا۔تفسیر کے اصطلاحی معنی کے بارے میں جن علماء نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے وہ اگرچہ الفاظ کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن معنی و مفہوم کے اعتبار سے متحد ہیں۔سب سے زیادہ مختصر، صاف اور جامع تعریف وہ ہے جو علامہ زرقانی نے کی ہے:

التفسیر علم یبحث فیه عن القرآن الکریم من حیث دلالته علی مراد الله تعالیٰ بقدر طاقة البشریه (7)

"تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن کے بارے میں بحث کی جاتی ہے اس حیثیت سے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرتا ہے بشری طاقت کے مطابق۔"

یعنی انسانی طاقت و صلاحیت کے مطابق قرآنی آیات سے اللہ تعالیٰ کی مراد معلوم کرنے کو تفسیر کہتے ہیں۔علامہ زرکشی نے تفسیر کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

التفسیر علم یعرف به فهم کتاب الله المنزل علی نبیه محمد ﷺ وبیان معانیه واستخراج احکامه وحکمه(8)

"تفسیر وہ علم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کا فہم حاصل ہوتا ہے جو اس کے نبی محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے جس کے ذریعے اس کے معانی کی وضاحت ہوتی ہے۔اور اس کے احکام اور حکمتیں معلوم کی جاتی ہے۔"

اس تعریف کی رو سے علم القراۃ اور علم رسم الخط دونوں خارج ہو جاتے ہیں مگر در حقیقت یہ دونوں تفسیر کے لازمی اجزا ہیں۔ مفہوم کے اعتبار سے علامہ زرکشی اور زرقانی دونوں کی تعریفیں یکساں ہیں۔ان کے درمیان مشہور مفسر ابوحیان کی تعریف ہے۔

التفسير علم يبحث فيه عن كيفية النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتها واحكامها الافرادية والتركيبية ومعانيها التى تحمل عليها حالت التركيب وتتمات لذلک[9]

"تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآنی الفاظ کے تلفظ کی کیفیت، ان کے معانی و مفاہیم، ان کے انفرادی اور ترکیبی احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جن پر یہ الفاظ ترکیبی اور تالیفی حالت میں محمول کیے جاتے ہیں اور جس میں ان کے تتمات کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔"

جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں:

"تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں بشری استطاعت کی حد تک اس امر سے بحث کی جاتی ہے کہ الفاظ قرآنی سے اللہ تعالیٰ کا مراد کیا ہے[10]۔"

اس علم کے ماہرین کو مفسرین کہا جاتا ہے۔ ظہورِ اسلام سے ہی اس علم کی ابتداء ہوئی۔ سب سے پہلے مفسر آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی تھی اور آپ ﷺ کی رہنمائی براہِ راست اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے کی۔ صحابہ کرامؓ کو اہلِ زبان ہونے کے باوجود جس آیت میں ابہام ہوتا، تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھتے اور آپ ﷺ اس کی توضیح و تشریح فرماتے۔ پھر صحابہ کرامؓ کے دور میں دس صحابہ نے فنِ تفسیر میں مہارت حاصل کی۔ جن میں تین افراد (ابن عباسؓ ابی بن کعبؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ) بہت مشہور ہوئے۔انہوں نے تفسیر کے باقاعدہ مدارس قائم کیے تھے۔ ان حضرات کے شاگردوں نے اس علم کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ اس کے قوانین مرتب کیے، تفسیری روایات کو حفظ کرنے کی طرف توجہ دلائی اور تفسیر کو دو اقسام (تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائ) میں تقسیم کیا۔ بنو امیہ کے آخری اور بنو عباس کے ابتدائی دور میں علمِ تفسیر نے خوب ترقی کی۔ اس دور میں مستقل تفاسیر وجود میں آئیں۔ جن میں علمِ تفسیر سے متعلق علوم (قرأت، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ وغیرہ) کو بھی ذکر کیا گیا۔ اس دور میں تفسیر بالرائ کو کم اور تفسیر بالماثور پر زیادہ توجہ دی گئی۔ مشہور ماثور تفاسیر میں سے ایک الدر المنثور فی التفسیر الماثور بھی ہے۔ جس کے مصنف امام جلال الدین السیوطیؒ، نویں صدی ہجری کے ایک بلند پایہ عالم تھے۔

جلال الدین السیوطی

مشہور ماثور تفاسیر میں الدر المنثور فی التفسیر الماثور بھی شامل ہے۔ جس کے مصنف جلال الدین السیوطی، نویں صدی ہجری کے ایک بلند پایہ عالم تھے۔۸۴۹ھ کو مصر میں پیدا ہوئے۔آٹھ سال کی عمر میں قرآن

مجید اور بہت سے متون زبانی یاد کئے۔علم حدیث اور اس کے متعلقہ علوم وفنون سے آشنا تھے۔خود کہتے ہیں؛"مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اگر کچھ اور ملتی تو ان کو بھی یاد کرلیتا"تصنیف وتالیف میں آپ کی مثال نہیں ملتی۔پانچ سو(۵۰۰)سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔تقریباً ہر فن میں آپ کی تصانیف موجود ہیں۔۹۱۱ھ کو فوت ہوئے[11]۔

تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور

السیوطیؒ کی تصانیف میں الدر المنثور ایک جامع کتاب ہے، جس میں آپ نے صحاح ستہ سمیت امام احمدؒ،ابن جریرؒ،ابن ابی حاتمؒ،عبد بن حمیدؒاور ابن ابی الدنیاؒ وغیرہ کی کتب سے اخذ کرکے تفسیری روایات کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا۔کثرت روایت کے شوق اور صحت کا التزام نہ کرنے کی وجہ سے صحیح روایات کے ساتھ ساتھ بہت سے ضعیف، موضوع اور باطل اسرائیلی روایات بھی اس تفسیر میں آگئیں۔

الدر المنثور میں السیوطیؒ کا منہج

مصنف کا کتاب کے مقدمہ میں اپنا منہج ذکر کرنا عام بات ہے۔ مگر السیوطیؒ نے تفسیر الدر المنثور کے مقدمہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔بلکہ وجہ تصنیف بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> "پہلے میں نے ترجمان القرآن کے نام سے ایک ماثور تفسیر مرتب کی۔جس میں ہزاروں کی تعداد میں مرفوع وموقوف روایات کو پورے سند کے ساتھ ذکر کیا تھا۔مگر طبائع کا میلان اختصار کی طرف دیکھ کر میں نے اس کے تمام احادیث کے سند ہٹا کر صرف متن پر اکتفا کیا۔اور کتاب کا حوالہ دیا[12]۔"

جلال الدین السیوطی ایک بڑے عالم تھے۔حدیث اور اس کے متعلقہ فنون سے واقف تھے۔متون واسانید،رواۃ ورجال اور استنباط احکام میں بے مثل تھے۔آپ نے ان تمام مہارتوں کا ثبوت اپنی تفسیر مجمع البحرین ومطلع البدرین میں دیا۔جس کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

> "میں نے ایک ایسی ہمہ گیر تفسیر لکھنی شروع کی ہے،جو تفسیر سے متعلق ہر قسم کے ضروری مواد کی جامع ہوگی۔اس میں عقلی اقوال،بلاغی نکات،صنائع وبدائع،اعراب ولغات اور استنباطات سبھی امور ہوں گے۔یہ تفسیر ایسی جامع ہوگی کہ دیگر تفاسیر سے بالکل بے نیاز کردے گی۔اس کا نام میں مجمع البحرین ومطلع البدرین تجویز کیا ہے۔میری کتاب الاتقان فی علوم القرآن اسی کا مقدمہ ہے۔"

اسی طرح تفسیر جلالین کے ابتدائی ۱۵ پاروں میں بھی آپ نے اپنے علمی استعداد کا لوہا منوایا۔تفسیر الدر المنثور میں آپ نے اپنے قوت حافظہ اور کثرت روایت کے شوق کا مظاہرہ کیا۔جب کہ فن حدیث اور اس کے علل کا تھوڑا سا جھلک دکھایا[13]۔اگرچہ السیوطیؒ نے خود اپنا منہج ذکر نہیں کیا مگر اس تفسیر کا مطالعہ کرنے سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ آپ نے یہ تفسیر لکھتے وقت کونسا انداز اختیار کیا تھا۔ ذیل میں وہ منہج پیش کیا جاتا ہے۔

1. سورۃ کی ابتدا اس کے نام سے کرتے ہیں۔

2. سورۃ کا مکان نزول ذکر کرتے ہیں کہ یہ مکی ہے یا مدنی۔
3. فضائل سورۃ بیان کرتے ہیں۔
4. مذکورہ باتوں کے لیے زیادہ تر النحاسؒ،ابن الضریسؒ اور ابو الشیخؒ کی مرویات پر اعتماد کرتے ہیں۔
5. بڑی سورتوں کو کئی حصوں میں تقسیم کرکے ایک ایک یا دو دو آیتیں ذکر کرتے ہیں،جبکہ چھوٹی سورتوں کو پورا ذکر کرتے ہیں۔پھر ان سے ایک کلمہ یا جملہ لے کرا س کی تفسیر پیش کرتے ہیں۔جو عام طور پر مندرجہ ذیل باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔
6. سبب نزول اگر ہو تو اسے ذکر کرتے ہیں۔
7. مختلف قراءت ذکر کرتے ہیں۔(اگر اس میں وارد ہوں)۔ مگر جلال الدین السیوطیؒ نے مشہوراور شاذ ہر طرح کی قرائتوں کو نقل کرکے خلط ملط کیا ہے،اوران کی کوئی وضاحت نہیں کی[14]
8. ناسخ ومنسوخ کا ذکر کرتے ہیں۔
9. غریب (ناآشنا) لفظ اور مبہم عبارت کی تشریح کرتے ہیں۔
10. اکثر مفسرین فقہی احکام کے استنباط میں مختلف فقہاء کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔پھر دلائل کی روشنی میں ان میں راجح ومرجوح کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔اورآخر میں اپنی رائے کو بھی ذکر کرتے ہیں۔جب کہ السیوطیؒ نے صرف روایات نقل کئے ہیں،اپنی رائے کو پیش نہیں کیا ہے۔لہٰذا اس تفسیر سے السیوطیؒ کے فقہی میلانات اور تفردات کا کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔
11. ان تمام امور کے لیے السیوطیؒ احادیث اور آثار صحابہ وتابعین پر اعتماد کرتے ہیں۔آپ کا اسلوب یہ ہے کہ کسی آیت کی تشریح کے لیے آپ کو جو بھی روایت ملی،صحت کا التزام کیے بغیر اسے ذکر کیا۔اس طرح اس تفسیر میں آپ نے چارسو(۴۰۰)سے زائد کتب سے روایات اخذ کئے ہیں۔جن میں ہر قسم(صحیح،ضعیف،موضوع)کی روایات موجود ہیں۔مگر اکثر جگہوں میں آپ نے ان پر خاموشی اختیار کی ہے۔مثلاً سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵ میں اس قول(وهم فيها خٰلدون) کے تحت نقل کرتے ہیں:

1. واخرج الطبراني وابن مردويه وابو نعيم عن ابن مسعود قال:قال رسول الله لوقيل لاهل النَّار مَاكِثُونَ فِي النَّار عدد كل حَصَاة فِي الدُّنْيَا لفرحوا بهَا وَلَو قيل لأهل الْجنَّة إِنَّكُم مَاكِثُونَ عدد كل حَصَاة لحزنوا وَلَكِن جعل لَهُم الْأَبَد

اس روایت پر آپ نے خاموشی اختیار کی ہے،حالانکہ یہ موضوع روایت ہے،کیونکہ اس کی سند میں الحکم بن ظہیر ہے۔جسے ابن معینؒ نے کذاب اور ابن حبانؒ نے موضوعات نقل کرنے والا کہا ہے[15]۔

2. بسم اللہ پر کلام میں نقل کرتے ہیں:

واخرج الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عباس مرفوعا؛ ان المعلم اذا قال للصبی قل بسم الله الرحمٰن الرحیم، کتب للمعلم وللصبی ولابویه براءة من النار

یہ بھی موضوع روایت ہے، مگر آپؒ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے۔ کیونکہ سند میں احمد بن عبداللہ الہروی الجویباری کو ابن الجوزیؒ نے کذاب اور وضّاع کہا ہے[16]۔

3. اسی طرح بعض جگہوں پر تساہل سے کام لے کر موضوع روایات کو صرف ضعیف کہا ہے۔ مثلاً:

1. سورۃ البقرہ آیت نمبر ۳۶ میں وقلنا اھبطوا....... کے تحت نقل کیا ہے:

واخرج ابن عساکر بسند ضعیف عن انس قال؛ قال رسول الله هبط آدم وحواء عریانین جمیعا......

یہ موضوع روایت ہے، کیونکہ سند میں سعید بن میسرہ کو امام بخاریؒ اور ابن حبانؒ نے موضوعات نقل کرنے والا راوی کہا ہے۔ مگر آپ نے صرف ضعیف پر اکتفا کیا[17]۔

2. سورۃ البقرہ کے الم پر بحث کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں:

واخرج ابن اسحٰق والبخاری فی تاریخه والطبری بسند ضعیف عن ابن عباس عن جابر بن عبد الله بن رباب قال؛مر ابویاسر بن اخطب فی رجا من یهود.........

یہ بھی موضوع روایت ہے مگر آپ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ کیونکہ سند میں ابو صالح باذام کو امام بخاریؒ نے ضعیف کہا ہے[18]۔
اگرچہ بعض جگہوں پر آپ نے صحت اور وضع کی طرف اشارے بھی کئے ہیں۔ مثلاً:

أ. سورۃ البقرہ کے شروع میں نقل کرتے ہیں:

واخرج البیهقی فی الشعب بسند صحیح عن ابن عمر قال؛ لاتقولوا سورة البقرة.........

واخرج البزار بسند صحیح وابوذر الهروی ومحمد بن نصر عن ابی هریرة قال؛ قال رسول الله اقرأوا البقرة وأل عمران........

3. ضعف کی طرف اشارات میں کبھی مطلقاً سند اور کبھی خاص راوی کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں؛ مثلاً؛

أ. سورۃ الفاتحہ پر کلام میں نقل کرتے ہیں:

واخرج البزار فی مسنده بسند ضعیف عن انس قال؛ قال رسول الله اذا وضعت جنبک علی الفراش وقرأت فاتحة الکتاب........

ب. اس کے بعد نقل کرتے ہیں:

واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند ضعیف عن ابن عباس قال؛ قال رسول الله من قرأ ام القرآن ....

ت. ومآانزل علی الملکین ببابل کے تحت نقل کرتے ہیں:

واخرج الدینوری فی المجالسة وابن عساکر من طریق نعیم بن سالم وهو متهم عن انس........

ث. اس کے بعد نقل کرتے ہیں:

واخرج ابن عساكر بسند فيه مجاهيل عن عائشه قالت؛ قال رسول الله ان الله عزوجل خلق اربعة اشياء........

4. السیوطیؒ اس تفسیر میں قراءات کی طرف اشارے بھی کرتے ہیں، مگر یہ وضاحت نہیں کرتے کہ یہ جمہور کی قرأت ہے یا متواتر ہے یا صحیح ہے یا شاذ۔
5. اکثر مفسرین تفسیر کے ضمن میں کلام عرب سے استشہاد کرتے ہیں۔ مثلاً جہاں قرآن میں کوئی ایسی عبارت موجود ہو جس کے معنی میں شک وشبہ کی گنجائش ہو، تو اس میں عرب کے محاورہ سے مدد لی جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن کے اولین مخاطب عرب ہی تھے۔ جب کہ السیوطیؒ ایسا استشہاد بہت کم کرتے ہیں۔
6. اشعار سے استشہاد میں السیوطیؒ نے صرف وہ اشعار نقل کیے ہیں جو کہ ابن عباسؓ نے ابن الازرق کے سوالات کے جوابات میں کہے تھے۔
7. السیوطیؒ بعض مقامات پر غیر ضروری طویل ابحاث میں پڑ جاتے ہیں اور ایسی روایات نقل کرتے ہیں جن کا تفسیر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً ابراہیمؑ کے آزمائش والی روایات، حجر اسود کی صفات، اس کی جگہ اور جنت سے اس کا لایا جانا اور عیسیٰؑ وغیرہ کے حوالے سے اتنے روایات نقل کیے ہیں کہ قاری پڑھتے ہوئے اکتا جاتا ہے[19]۔
8. دیگر مفسرین مختلف نحوی اور صرفی مسائل کا ذکر اور وضاحت کرتے ہیں۔ جب کہ السیوطیؒ نے اس طرف توجہ نہیں دی۔
9. تفسیر کے آخر میں سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد کے عنوان سے ایک مضمون پیش کرتے ہیں جس سے وہم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بھی قرآن مجید کی سورتیں ہیں۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں، بلکہ یہ دونوں سورتیں صرف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں تھیں، جو تواتر صحابہ اور اجماعِ امت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔
10. دعاء ختم القرآن کے بعد ابن حجر العسقلانیؒ کی کتاب "العجاب فی بیان الانساب" (اسباب النزول) کا مقدمہ نقل کرتے ہیں جس میں ابن جریر الطبریؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ اور عبدبن حمیدؒ کی تفاسیر سے کچھ باتیں شامل کرتے ہیں۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور مفسر شاگردوں کا ذکر کرکے ان میں ثقہ اور ضعیف الگ کرتے ہیں۔

جلال الدین السیوطیؒ ۲۰ سال تک معلم رہے۔ اس تفسیر میں آپ نے ایک منجھے ہوئے استاد کا ثبوت دیا ہے۔ یہاں پر آپ نے حل مسئلی طریقہ تعلیم (Problem Solving Method) اختیار کیا ہے[20]۔ یعنی شاگردوں کو سوچنے پر مجبور کرنا اور آخر میں خود ہی انہیں حل بتادینا۔ السیوطیؒ بھی پہلے ابہام

پیدا کرکے قاری کو پریشان کرتے ہیں، پھر بعد میں خود اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔ مثلاً کسی راوی کو ابتدامیں غیر معروف صفتی نام (کنیت ،لقب،نسبت وغیرہ) سے ذکر کرتے ہیں، مثلاً عبدالرحمن بن سابط کو ابن سابط، عبدالرحمن بن زید کو ابن زید، صدر الدین احمد بن محمد کو السلفی وغیرہ۔ پھر چند روایات کے بعد اسے معروف صفتی یا ذاتی نام سے یاد کرتے ہیں۔

تفسیر الدر المنثور کی جامعیت مسلم ہے۔ امام صاحبؒ نے اس کتاب میں صحاح ستہ سمیت مسند احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، عبد بن حُمید اور ابن ابی الدنیا سے اخذ کرکے تفسیری روایات کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا۔ مگر آپ نے روایات کی صحت کا التزام نہیں کیا اور نہ ہی رواۃ پر جرح کیا۔ لہٰذا بہت سے ضعیف، موضوع اور غیر مستند روایات بھی اس کتاب میں آ گئیں۔ جن پر آپ نے سکوت اختیار کیا۔

سورۃ الفاتحہ کے فضائل میں مذکور روایات

سورۃ الفاتحہ کے فضائل میں جلال الدین سیوطیؒ نے کل ۶۵ روایات نقل کیے ہیں، مگر یہاں پر ان میں سے صرف احادیث کی تخریج و تحقیق پیش کی گئی ہے، جو کہ درج ذیل ہے؛

1. ابن ابی شیبہ نے مصنف، ابو نعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل النبوۃ، واحدی اور ثعلبی نے ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو کوئی آواز سنتا ہوں، خدا کی قسم مجھے ڈر ہے کہ کچھ ہونے والا ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو پریشانی اور مصیبت میں گرفتار نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ امانت دار ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں۔ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں آپ کے گھر آئے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اُس کے سامنے آپ ﷺ کی گفتگو کا ذکر کیا اور کہا کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ ورقہ کے پاس جاؤ، جب آپ ﷺ گھر آئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہمارے ساتھ ورقہ کے پاس چلو، آپ ﷺ نے پوچھا: تجھے یہ ساری باتیں کس نے بتائی ہیں؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: خدیجہ رضی اللہ عنہا نے۔ آپ ﷺ اور ابو بکرؓ دونوں ورقہ کے پاس گئے اور سارا قصہ سنایا۔ کہ جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو پیچھے سے یا محمد یا محمد کی آواز سنتا ہوں یہ سن کر میں وہاں سے بھاگ جاتا ہوں۔ ورقہ نے کہا آئندہ جب تیرے پیچھے سے آواز آئے تو بھاگنا نہیں بلکہ ٹھہرے رہنا یہاں تک کہ اس کی باتیں سُن لے پھر میرے پاس آ اور مجھے بتا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ تنہا ہوئے تو یہ آواز آئی اے محمد ﷺ کہو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ حتی کہ وَلَا الضَّآلِّیْنَ تک پڑھا۔ کہا بلکہ کہو لا الٰہ الا اللہ۔ آپ ﷺ یہ سن کر ورقہ کے پاس آئے اور سب کچھ بتایا۔ ورقہ نے آپ ﷺ کو کہا خوشخبری ہو

خوشخبری ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کی آمد کی خوشخبری ابن مریم نے دی تھی اور آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام والا فرشتہ آیا ہے اور آپ بھیجے ہوئے نبی ہیں[21]۔

2. دار قطنی اور بیہقی نے سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم الحمد پڑھو تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بھی پڑھو۔ کیونکہ یہ ام القرآن، ام الکتاب اور سبع مثانی ہے[22] اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اس کی آیتوں میں سے ایک ہے[23]۔

3. امام بخاری، دارمی نے اپنی مسند، ابو داؤد، ترمذی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اپنے تفاسیر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ام القرآن، ام الکتاب اور سبع مثانی ہے[24]۔

4. امام احمد نے اپنی مسند، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اپنے تفاسیر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ام القرآن ہی ام القرآن ہے۔ یہ فاتحۃ الکتاب، سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے[25]۔

5. طبرانی نے الاوسط، ابن مردویہ نے اپنی تفسیر اور بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سات آیتیں ہیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ ان میں سے ایک ہے۔ یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔ یہ ام القرآن اور فاتحۃ الکتاب ہے[26]۔

6. دار قطنی اور بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ امامت کرتے وقت جب قرأت پڑھتے تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے ابتدا کرتے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ، کتاب اللہ کی ایک آیت ہے۔ اگر فاتحۃ الکتاب پڑھنا چاہو تو اسے بھی پڑھو کیونکہ یہ ساتویں آیت ہے[27]۔

7. امام احمد بن حنبل، بخاری، دارمی، ابو داؤد، نسائی، ابن جریر، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی نے ابو سعید بن المعلیٰ سے نقل کیا ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو نبی کریم ﷺ نے بلایا میں نے جواب نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: **استجیبوا اللہ وللرسول اذا دعاکم**[28] پھر فرمایا مسجد سے نکلنے سے پہلے میں تجھے قرآن کریم کی عظیم ترین سورۃ کے متعلق بتاؤنگا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ جب ہم مسجد سے نکلنے والے تھے تو میں نے کہا؛ یارسول اللہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تجھے قرآن کی عظیم ترین سورۃ بتاؤنگا۔ تو آپ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر کہا: یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے[29]۔

8. ابو عبید، احمد، دارمی، نسائی، ابن خزیمہ، ابن المنذر، ترمذی، حاکم، ابن مردویہ، ابوذر الہروی نے فضائل قرآن اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

کے پاس گئے جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابی! وہ متوجہ ہوئے لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔اس نے نماز مختصر کی، آپ ﷺ کے پاس گئے اور سلام کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا ابی! جب میں نے تجھے بُلایا تو اس وقت تو نے جواب کیوں نہیں دیا؟ اس نے کہا! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے مجھ پر نازل شدہ کلام میں یہ نہیں پڑھا ہے **استجیبو اللہ وللرسول اذا دعاکم** [30] اس نے کہا۔ کیوں نہیں۔ انشاءاللہ پھر کبھی ایسا نہیں کرونگا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے ایسی سورۃ بتاؤں جس کی مثال تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں نہیں ہے۔ ابی نے کہا! ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تو نماز میں کیا پڑھتا ہے؟ اس نے ام القرآن پڑھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اس سورۃ کی مثل نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں، نہ قرآن میں۔ یہ سبع من مثانی ہے یا فرمایا سبع مثانی ہے۔ اور یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے[31]۔

9. دارمی، ترمذی، نسائی، احمد بن حنبل، ابن الضریس نے فضائل القرآن، ابن جریر، ابن خزیمہ اور حاکم نے العلاء عن ابیہ عن ابی ہریرہ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ام القرآن کی مثل تورات، انجیل، زبور اور قرآن کسی میں نازل نہیں کیا ہے۔ یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم ہے اور میرے بندے کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے سوال کیا[32]

10. امام مسلم، نسائی، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے اور آپ کے ساتھ جبرائیل بھی تھے۔ اوپر (آسمان) سے کسی چیز کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تو جبرائیل نے اوپر دیکھا اور کہا اے محمد ﷺ! یہ وہ فرشتہ اُترا ہے جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اُترا تھا۔ پھر وہ فرشتہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ سلام کیا اور کہا! اُن دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے تھے۔ ایک فاتحۃ الکتاب اور دوسرا سورۃ البقرہ کی آخری آیات۔ آپ دونوں میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے وہ آپ کو عطا کیا جائے گا[33]۔

11. طبرانی نے الاوسط میں ابو زید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں مدینہ کے ایک راستے میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو تہجد کی نماز میں ام القرآن پڑھتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ ٹھہر گئے۔ غور سے اس کی تلاوت سنتے رہے یہاں تک کہ اُس نے سورۃ ختم کر لی پھر آپ ﷺ نے فرمایا زمین میں اس سورۃ کی مثال موجود نہیں ہے[34]۔

12. ابو عبیدہ ، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، حاکم، ابن ماجہ اور بیہقی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے ایک جنگی مہم میں تیس شہسواروں کے ساتھ بھیجا۔ ہم ایک عرب قبیلہ کے پاس اُترے، ہم نے اُن سے مہمان نوازی کا تقاضا کیا تو انہوں نے انکار کیا۔ اُن کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا۔ وہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ تم میں سے کوئی بچھو کا دم کرنے والا ہے؟ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں! لیکن میں دم نہیں کروں گا جب تک تم ہمیں کچھ نہ دو گے۔ انہوں نے کہا ہم تم کو تیس بکریاں دیں گے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اُس پر سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ بکریاں لے کر ہمارے دلوں میں اُن کے حلال ہونے کے متعلق شک پیدا ہوا۔ ہم ان کے کھانے سے رک گئے حتی کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے معلوم تھا کہ یہ دم ہے؟ ان بکریوں کو تقسیم کرو اور میرا حصہ بھی رکھو[35]

13. امام احمد، بخاری اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے چند صحابہ ایک قبیلے پر گزرے جس میں بچھو یا سانپ کا ڈسا ہوا شخص تھا۔ اس قبیلے کا ایک فرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور پوچھا کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ ہمارے قبیلے کے ایک شخص کو بچھو یا سانپ نے کاٹا ہے ۔اُن میں سے ایک آدمی اس کے ساتھ گیا اور بکریوں کا نذرانہ وصول کرنے کی شرط پر سورۃ الفاتحہ سے دم کیا۔ پس وہ شخص ٹھیک ہو گیا۔ وہ بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس نذرانہ کو ناپسند کیا اور کہا تم نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ سے کہنے لگے کہ اس نے کتاب اللہ پر اجر لیا ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ حقدار اللہ کی کتاب ہے[36] ۔

14. امام احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کہا! کیا میں تجھے قرآن کی سب سے بہتر سورت کے متعلق نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا فاتحہ الکتاب۔ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ سورت ہر بیماری کا علاج ہے[37] ۔

15. طبرانی نے الاوسط، دار قطنی نے الافراد اور ابن عساکر نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ فاتحہ کے ساتھ مجھے دم کیا[38]۔

16. سعید بن منصور نے سنن اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب زہر کا علاج ہے[39] ۔

17. دارمی اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبدالملک بن عمیرؒ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب ہر مرض کا علاج ہے[40]۔

18. ثعلبی نے معاویہ بن صالح عن ابی سلیمان کے سلسلے سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام ایک غزوہ میں ایک شخص پر گزرے جس کے سر میں درد تھا۔ایک صحابی نے اس کے کان میں ام القرآن پڑھا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ ام القرآن ہے اور یہ ہر بیماری کا علاج ہے[41]۔

19. امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ، حاکم اور بیہقی نے دلائل میں خارجہ بن الصلت سے اس کے چچا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے ملنے کے بعد واپسی پر ایک قبیلے کے پاس سے گزرے جس میں ایک پاگل شخص تھا جو زنجیروں سے باندھا ہوا تھا۔اس کے گھر والوں نے کہا کیا تمہارے پاس اس مریض کا علاج ہے؟ بے شک تمہارا ساتھی (نبی کریم ﷺ) خیر لایا ہے۔خارجہ کے چچا کہتے ہیں میں نے اس مجنون پر فاتحۃ الکتاب تین دن پڑھی۔ہر روز دو مرتبہ صبح و شام اپنی تھوک جمع کر کے اس پر تھوک دیتا تھا۔ پس وہ مجنون ٹھیک ہو گیا۔ انہوں نے مجھے سو بکریاں دے دیں۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور یہ سارا واقعہ سنایا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کھاؤ۔ جو باطل دم کے ساتھ کھاتا ہے اس کے لیے جائز نہیں تو نے تو جائز دم کے ساتھ کھایا ہے[42]۔

20. بزار نے مسند میں انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا جب تو اپنا پہلو بستر پر رکھے اور فاتحۃ الکتاب اور قل ھو اللہ احد پڑھے تو تو موت کے سوا ہر چیز سے امن میں ہو گا[43]۔

21. طبرانی نے الاوسط میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے ام القرآن اور قل ھو اللہ احد پڑھی گویا اس نے قرآن کا تیسرا حصہ تلاوت کیا[44]۔

22. عبد بن حمید نے مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب قرآن کا دو تہائی حصہ ہے[45]۔

23. حاکم، ابوذر الہروی نے فضائل اور بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں ایک جگہ اترے تو ایک صحابی آپ ﷺ کی طرف آیا۔ آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تجھے قرآن کا افضل ترین حصہ نہ بتاؤں؟ پھر سورہ فاتحہ تلاوت فرمائی[46]۔

24. ابن الضریس نے فضائل القرآن اور بیہقی نے شعب میں انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالی نے مجھ پر جو احسانات کیے ہیں ان میں فاتحۃ الکتاب بھی ہے۔ یہ عرش کے خزانوں میں سے ہے اور اسے اللہ تعالی نے اپنے اور میرے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے[47]۔

25. اسحٰق بن راہویہ نے مسند میں علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے فاتحۃ الکتاب کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ سورت عرش کے نیچے کے خزانہ سے نازل کی گئی ہے[48]۔

26. حاکم، ابن مردویہ نے تفسیر، ابوذر الہروی نے فضائل اور بیہقی نے شعب میں معقل بن یسارؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سورہ بقرۃ مجھے ذکر اول سے عطا کی گئی۔ فاتحۃ الکتاب و سورہ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے سے عطا کی گئی اور المفصل اس کے علاوہ ہیں [49]۔

27. ابوالشیخ نے الثواب، طبرانی، ابن مردویہ، دیلمی اور ضیاء المقدسی نے المختارہ میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! چار چیزوں کے علاوہ عرش کے نیچے سے کوئی چیز نہیں اتری۔ ام الکتاب، آیۃ الکرسی، سورہ بقرہ کی آخری آیات اور سورہ الکوثر [50]۔

28. ابونعیم اور دیلمی نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قرآن پاک کا کوئی حصہ سورہ فاتحہ جتنی کفایت نہیں کرتی۔ اگر فاتحۃ الکتاب کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور پورے قرآن کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یہ قرآن سے سات گنا زیادہ ہو گی [51]۔

29. ابوعبید نے فضائل میں حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! جس نے فاتحۃ الکتاب پڑھی گویا اس نے تورات انجیل، زبور اور فرقان پڑھیں [52]۔

30. ابن قانع نے معجم الصحابۃ میں رجاء الغنویؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ان الفاظ سے شفاء طلب کرو جن سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے حمد کرنے سے پہلے خود اپنی حمد اور مدح فرمائی۔ ہم نے کہا! اے اللہ کے نبی وہ کیا ہے؟ فرمایا الحمد للہ اور قل ھو اللہ احد۔ پس جس کو قرآن شفاء نہیں دیتا اسے اللہ تعالیٰ بھی شفا نہیں دیتا [53]۔

31. ابن الضریس نے ابو قلابہؒ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص سورہ فاتحہ کے آغاز میں حاضر ہوا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد میں حاضر ہوا اور جو سورہ فاتحہ کے اختتام پر حاضر ہوا اور وہ اس شخص کی مانند ہے جو مالِ غنیمت جمع کرنے کے وقت حاضر ہوا حتی کہ وہ تقسیم ہو گیا [54]۔

32. ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! تمہیں سوتے وقت ام القرآن اور ایک سورت پڑھنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر اس کی بیداری تک ایک فرشتہ اس کی حفاظت کے لیے مقرر فرماتا ہے [55]۔

33. امام شافعیؒ نے الام، ابن ابی شیبہ نے مصنف، احمد نے اپنی مسند، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے سنن میں عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی اس کی نماز کامل نہیں ہے [56]۔

34. دارقطنی اور حاکم نے عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ام القرآن اپنے علاوہ تمام چیزوں کی عوض ہے۔ اور دوسری تمام چیزیں اس کی عوض نہیں [57]۔

35. احمد اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی جائے وہ نامکمل ہے(58)۔

36. امام مالک نے مؤطا، سفیان بن عیینہ نے اپنی تفسیر، ابوعبیدہ نے فضائل، ابن ابی شیبہ، احمد نے اپنی مسند، بخاری نے جزء القراۃ، مسلم نے اپنی صحیح، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن الانباری نے المصاحف، ابن حبان، دار قطنی اور بیہقی نے سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے نماز میں ام القرآن نہ پڑھی وہ نماز نامکمل ہے، نامکمل ہے، نامکمل ہے۔ ابوالسائب نے پوچھا: اے ابوہریرہؓ! امام کے پیچھے بھی فاتحہ پڑھنی چاہیے؟ انہوں نے اس کے بازو کو حرکت دیکر کہا اے فارسی! اس وقت دل میں پڑھا کرو۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے۔ پس نماز کا نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے۔ اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ سوال کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو کیونکہ جب بندہ الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ بندہ کہتا ہے الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔ بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ بندہ کہتا ہے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اس کا اول میرے لیے اور آخر میرے بندے کے لیے ہے اور بندے کے لیے وہ ہے جو وہ سوال کرے۔ بندہ کہتا ہے اهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنعَمتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لیے ہے اور اس کے لیے وہ ہے جو اس نے سوال کیا(59)۔

37. دار قطنی اور بیہقی نے سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نماز کو میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے جب بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے مجھے یاد کیا۔ جب بندہ کہتا ہے الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ جب بندہ کہتا ہے۔ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء بیان کی۔ جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ جب بندہ کہتا ہے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف نصف ہے۔ اس سورت کا آخری حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور اس کے لئے وہی ہے جو اس نے مانگا(60)۔

38. ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنے تفاسیر میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کیا ہے اور بندے کے

لیے وہی ہے جو اس نے سوال کیا۔ جب بندہ کہتا ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی۔ جب بندہ کہتا ہے الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔ پھر فرماتا ہے یہ میرے لیے ہے اور باقی اس کے لیے ہے [61]۔

39. طبرانی نے الاوسط میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فاتحۃ الکتاب تلاوت کر کے فرمایا! تمہارا رب فرماتا ہے ! اے ابن آدم میں نے تجھ پر سات آیتیں نازل کیں ہیں۔ تین میرے لیے اور تین تیرے لیے ہیں اور ایک میرے اور تیرے درمیان ہے، میرے لیے یہ ہیں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ اور میرے اور تیرے درمیان یہ ہے إِیَّاكَ نَعۡبُدُ وإِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ تیری طرف سے عبادت ہے اور میری طرف سے تیری معاونت ہے اور وہ آیات جو تیرے لیے ہیں وہ یہ ہیں اهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ أَنعَمتَ عَلَیۡهِمۡ غَیۡرِ المَغضُوبِ عَلَیۡهِمۡ وَلاَ الضَّالِّیۡنَ [62]

نتائج

لغوی مفہوم کے اعتبار سے تفسیر کا اطلاق ہر قسم کی وضاحت پر ہوتا ہے، جب کہ شریعت کی اصطلاح میں انسانی طاقت وصلاحیت کے مطابق قرآنی آیات سے اللہ تعالیٰ کی مراد معلوم کرنے کو تفسیر کہتے ہیں۔ تفسیر کے اقسام میں سے تفسیر بالمأثور اور تفسیر بالرأی المحمود جائز جب کہ تفسیر بالرأی المذموم ناجائز ہے۔ جلال الدین سیوطی، نویں صدی ہجری کے ایک بلند پایہ عالم اور مصنف تھے۔ تفسیر الدر المنثور ایک خالص ماثور تفسیر ہے، جس میں صحت کا التزام کئے بغیر سیوطیؒ صاحب نے روایات کو جمع کر کے ان پر خاموشی اختیار کی ہے۔ چونکہ جلال الدین سیوطیؒ کا مقصد کسی آیت سے متعلق روایات کو جمع کرنا تھا، جس کی وجہ سے اس تفسیر میں صحیح اور ضعیف روایات کے ساتھ ساتھ موضوع اور باطل اسرائیلی روایات بھی آئی ہیں، مگر اس سے اس تفسیر یا اس کے مفسر کے علمی رتبے میں کوئی کمی نہیں آتی، کیونکہ مفسر کا مقصد اس تفسیر کو لکھنے میں کسی آیت سے متعلق روایات کو جمع کرنا تھا، نہ کہ ان روایات کی صحۃ وضعف کی نشاندہیاں کرنا، اور اس تفسیر کا ایک بڑا فائدہ نایاب کتب کی روایات تک رسائی ہے، جس کے لئے یہ تفسیر کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 كتٰب انزلنٰه اليك مبرك ليدبروا اٰيته (سورہ ص، آیت ۲۹)، افلايتدبرون القرآن ام علىٰ قلوب اقفالها (سورہ محمد، آیت ۲۴)

2 الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، ج ۲، ص ۱۱۰۔ مادہ ف س ر۔ طبع مصر، ۱۴۱۰ھ

3 ولا يأتونك بمثل الا جئنٰك بالحق واحسن تفسيراً (سورہ فرقان، آیت ۳۳)

4 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی، لسان العرب، ج ۲، ص ۳۶۱، مادہ ف س ر۔ دار العلم، بیروت، ۱۴۰۳ھ

5 ابو حیان، محمد بن یوسف الاندلسی، تفسیر البحر المحیط، ج ۱، ص ۱۳، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۸ء

6 القاموس المحیط، ج ۲، ص ۱۱۰

7 الزرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ج۱، ص۳۳۴، دار ابن عفان، ریاض، ۱۴۱۸ھ

8 الزرکشی، بدر الدین محمد بن عبد اللہ، البرهان فی علوم القرآن، ج۱، ص۱۳۔ دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۹۵۷ء

9 ابو حیان الاندلسی، محمد بن یوسف، تفسیر البحر المحیط، ج۱، ص۴۱۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ

10 السیوطی جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص۱۷۴، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور، ۱۹۸۲ء

11 البغدادی، اسماعیل بن محمد، ہدیۃ العارفین۵۳۴:۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء۔۔۔السیوطی، حسن المحاضرہ۲۹۰:۲، دار العلم، بیروت، ۲۰۰۰ء۔۔۔السخاوی، محمد بن عبد الرحمن، الضوء اللامع ۵۰:۴، مکتبۃ الفرقان، بیرت، ۱۹۹۴ء۔۔۔جمیل بک، عقد الجواہر ۱: ۸، ۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء۔۔۔محمد بن احمد بن ایاس، بدائع الظهور فی وقائع الدهور۸۳:۸، دار طیبہ للنشر والتوزیع، بیروت، ۲۰۰۲ء۔۔۔نجم الغزی، الکواکب السائرہ باعیان المائۃ العاشرۃ ۱: ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۵ء

12 السیوطیؒ، تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، مقدمہ ۲:۱، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء

13 تاریخ تفسیر و مفسرین: ۲۳۰

14 الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفہ: ۶۴، بدون سن و مطبعہ

15 السلسلۃ الضعیفۃ ۲: ۷۰، رقم ۷۰۵۔۔۔رفع الاستار ۱: ۷۰

16 الموضوعات لابن الجوزی ۱: ۲۲۰۔ الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ۱: ۲۷۶، رقم ۱۴

17 الضعفاء للبخاری ۱: ۴۵، رقم (۱۳۹)۔۔۔المجروحین ۱: ۳۱۶

18 تاریخ کبیر للبخاری ۲۱۴:۲، رقم (۱۹۸۸)۔۔۔تقریب التہذیب ۱: ۱۲۱، رقم (۶۳۵)

19 تفسیر الدر المنثور، سورہ البقرہ، آیت ۱۲۴، ۱۲۷

20 تدریس اسلامیات برائے بی ایڈ ۱۴۰:۲، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۰ء

21 ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، المصنف فی الاحادیث والآثار، کتاب المغازی، باب ما جاء فی مبعث النبی ﷺ، رقم ۳۶۵۵۵، مکتبہ الرشد، ریاض، ۱۴۰۹ھ۔۔ اسباب النزول لواحدی، ج۱، ص۱۱۔۔الکشف والبیان للثعلبی، اختلاف فی نزول الفاتحہ، ج۱، ص۱۔۔اس روایت میں ابو میسرہ نے ارسال کیا ہے مگر اس کا شاہد عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے۔ جو صحیح ہے۔ الالبانی، محمد ناصر الدین، صحیح السیرۃ النبویہ، ج۱، ص۸۴، المکتبۃ الاسلامیہ، عمان، ۱۹۹۰ء۔

22 سورہ فاتحہ کے بارہ نام قرآنی آیات اور احادیث میں مذکور ہیں۔ الصلوٰۃ، سورۃ الحمد، فاتحۃ الکتاب، ام الکتاب، ام القرآن، المثانی، القرآن العظیم، الشفاء، الرقیۃ، الاساس، الوافیہ اور الکافیہ۔ تفسیر قرطبیؒ، ج۱، ص۱۱۶۔

23 الدارقطنی، علی بن عمر، سنن الدارقطنی، کتاب الطھارۃ، باب حکم الماء اذا لاقت النجاسۃ، رقم ۳۶، دار المعارفہ بیروت، ۱۹۶۶ء۔۔البیہقی، احمد بن الحسین، سنن البیہقی الکبریٰ، کتاب الصلاۃ، باب الدلیل علی ان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیۃ تامۃ من الفاتحۃ الکتاب، رقم ۲۲۱۹، مکتبہ دار البازمکۃ المکرمہ، ۱۹۹۴ء۔۔ناصر الدین البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ الالبانی، ناصر الدین، صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج۲، ص۲۳۱، رقم ۱۳۷، مکتبہ نور الاسلام، الاسکندریہ، عراق، ۱۴۱۰ھ۔

24 صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الحجر، رقم ۴۴۲۷۔۔الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، رقم ۳۳۷۴، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔۔السجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب الوتر، باب فاتحۃ الکتاب، رقم ۱۴۵۹، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۳۴۶ھ۔۔الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ الحجر، ۳۱۲۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۴ء۔۔عبدالرحمن بن ابی حاتم، تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الحجر، آیت ۸۷، رقم ۱۳۲۹۶دار الکتب العصریہ، مصر، ۱۹۹۰ء۔۔البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔الا بانی، ناصر الدین، صحیح وضعیف سنن ابی داؤد، ج۳، ص۴۵۷، رقم ۱۴۵۷، مکتبہ نور الاسلام، اسکندریہ، عراق، ۱۹۹۰ء۔

25 امام احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، باب مسند ابی ہریرہ، رقم ۹۷۸۷، مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ ۲۰۰۲ء۔۔الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن (تفسیر الطبری)، مقدمۃ، باب اسماء فاتحۃ الکتاب، رقم ۱۳۴، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۲۰۰۰ء۔۔تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الحجر، آیت ۸۷، رقم ۱۳۲۹۶، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۲۰۰۵ء۔۔البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج۱۲، ص۴۴۲، رقم ۵۴۹۵۔

26 آپ ابو عمارہ عبد خیر بن یزید بن صائد الھمدانی الکوفی ہیں۔تابعی اور ثقہ راوی ہیں۔ زید بن ارقم، علی بن ابی طالب اور ابو بکر صدیق سے علم حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں میں اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی، حبیب بن ابی ثابت اور حکیم بن جبیر وغیرہ شامل ہیں۔تقریب التھذیب، ج۱، ص۵۵۸، رقم ۳۷۹۳۔تھذیب التھذیب، ج۶، ص۱۲۴۔الاصابۃ، ج۵، ص۱۰۲

27 سنن الدار قطنی، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قرأۃ بسم اللہ والجہر بھا، رقم ۱۷۔۔السنن الکبری، بیہقی، کتاب الصلاۃ، باب افتتاح القرأۃ فی الصلاۃ ببسم اللہ، رقم ۲۲۲۵۔۔البانی نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔السلسلۃ الصحیحۃ، ج۳، ص۱۷۹، رقم ۱۱۸۳۔

28 سورہ الانفال، آیت ۲۴

29 مسند احمد، کتاب مسند المکیین، باب حدیث السائب بن یزید، رقم ۱۵۷۶۸۔۔صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب وسمیت ام القرآن، رقم ۴۲۰۴۔۔سنن الدارمی، کتاب الصلاۃ، باب ام القرآن ھی السبع المثانی، رقم ۱۴۹۲۔۔سنن ابو داؤد، کتاب الوتر، باب فاتحۃ الکتاب، رقم ۱۴۶۰۔۔النسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائی الکبری، کتاب الافتتاح، باب تاویل قول اللہ عزوجل ولقد اٰتینٰک سبعا من المثانی، رقم ۹۸۵، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۱ء۔۔تفسیر الطبری، سورۃ الحجر، آیت ۸۷۔۔ابن حبان، محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق، باب قرأۃ القرآن، رقم ۷۷۷، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۹۹۳ء۔السنن الکبری، بیہقی، کتاب الصلاۃ، باب ما یستدل بہ علی انہ لا یجوز ان یکون حدیث ابن مسعود فی تحریم الکلام، رقم ۳۷۴۶۔۔البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔الالبانی، صحیح ابو داؤد، ج۱، ص۲۷۳، رقم ۱۲۹۴، مؤسسۃ غراس، کویت، ۲۰۰۲ء۔۔الالبانی، صحیح الترغیب والترھیب،، ج۲، ص۸۵، رقم ۱۴۵۲، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۲۰۰۰ء

30 سورہ الانفال، آیت ۲۴

31 مسند احمد، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، باب مسند ابی ہریرۃ، رقم ۹۳۳۴۔۔ سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل الفاتحۃ، رقم ۳۳۷۳۔۔ سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل الفاتحۃ، رقم ۲۸۷۵۔۔ سنن النسائی، کتاب افتتاح الصلاۃ، باب تاویل قول اللہ، رقم ۹۸۶۔۔ ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصلاۃ، باب ذکر الکلام فی الصلاۃ، رقم ۸۶۱، المکتبۃ الاسلامی، بیروت، ۱۹۷۰ء۔ الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، باب سورۃ فاتحۃ، رقم ۳۰۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء۔۔ السنن الکبری، کتاب الجمعۃ، باب الانصات للخطبۃ، رقم ۵۶۲۴۔۔ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ الالبانی، صحیح وضعیف سنن الترمذی، ج۷، ص۱۲۵، رقم ۳۱۲۵، مکتبہ نور الاسلام، اسکندریہ، عراق، ۲۰۰۳۔

32 سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل الفاتحۃ، رقم ۳۳۷۳۔۔ سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ الحجر، رقم ۳۱۲۵۔۔ سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب تاویل قول اللہ عزوجل ولقد اٰتینٰک سبعا من المثانی، رقم ۹۸۶۔۔ فضائل القرآن، ابن الضریس، کتاب فضل خاتمۃ الکتاب، باب ما فی التوراۃ ولا فی الانجیل مثل ام القرآن، رقم ۱۴۳۔۔ تفسیر الطبری، سورۃ الحجر، آیت ۸۷۔۔ صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصلاۃ، باب قرأۃ فاتحۃ الکتاب، رقم ۵۰۰۔۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ فاتحۃ، رقم ۳۰۲۰۔۔ مسند احمد، کتاب مسند الانصار، باب حدیث ابی ہریرۃ عن ابی بن کعب، رقم ۲۱۱۳۲۔۔ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ الالبانی، صحیح وضعیف سنن النسائی، ج۳، ص۵۸، رقم ۹۱۴۔ مکتبہ نور الاسلام، اسکندریہ، عراق، ۲۰۰۲ء۔

33 صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل الفاتحۃ، رقم ۸۰۶۔۔۔ سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب فضل الفاتحۃ، رقم ۹۸۴۔۔ صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب قرأۃ القرآن، رقم ۷۷۸۔۔ الطبرانی، المعجم الکبیر، کتاب العین، باب حدیث عبد اللہ بن عباس، رقم ۱۲۲۵۵، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل، ۱۹۸۳ء۔۔ المستدرک، کتاب فضائل القرآن، باب اخبار فی فضائل القرآن جملۃ، رقم ۲۰۵۲۔۔ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب، ج۲، ص۸۶، رقم ۱۴۵۶۔

34 المعجم الاوسط، طبرانی، جز۳، باب من اسم ابراہیم، رقم ۲۸۶۶۔۔ سند میں حسن بن دینار کو الہیثمی نے ضعیف کہا ہے۔ الہیثمی، علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج۶، ص۳۱۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

35 مسند احمد، کتاب مسند المکثرین، باب مسند ابی سعید الخدری، رقم ۱۰۹۹۸۔۔ صحیح بخاری، کتاب الاجارۃ، باب مایعطی فی الرقیۃ، رقم ۲۱۵۶۔۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل الفاتحۃ، رقم ۱۹۱۳۔۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی، رقم ۳۹۰۲۔۔ سنن الترمذی، کتاب الطب، باب اخذ الاجر علی التعویذ، رقم ۲۰۶۴۔۔ سنن النسائی، کتاب الطب، باب الشرط فی الرقیۃ، رقم ۷۵۳۲۔۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب التجاراۃ، باب اجر الراقی، رقم ۲۱۵۶، دار الفکر بیروت، ۲۰۰۶ء۔۔ المستدرک، کتاب فضائل القرآن، باب اخبار فی فضائل القرآن جملۃ، رقم ۲۰۵۴۔۔ السنن الکبری، کتاب اللقطۃ، باب الجعالۃ، رقم ۱۱۹۰۲۔۔ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ الالبانی، ارواء الغلیل ج۶، ص۱۲، رقم ۱۵۵۶۔ مکتبہ نور الاسلام، اسکندریہ، عراق، ۲۰۰۳ء۔

36 مسند احمد، کتاب مسند المکثرین، باب مسند ابی سعید الخدری، رقم ۱۰۹۹۸۔۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الشرط فی الرقیۃ، رقم ۵۴۰۵۔۔السنن الکبری، کتاب الصلاۃ، باب رزق المؤذن، رقم ۱۸۶۶۔۔البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔الالبانی، مشکوۃ المصابیح، ج۲، ص۱۷۵، رقم ۲۹۸۵۔المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

37 مسند احمد میں نہیں ملا۔۔شعب الایمان کتاب فی تعظیم القرآن، باب ذکر فاتحۃ الکتاب، رقم ۲۳۶۷۔۔البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج۱۰، ص۳۰۴، رقم ۴۳۵۷۔

38 المعجم الاوسط، جزء۷، باب من اسم محمد، رقم ۶۷۶۱۔۔الدار قطنی، علی بن عمر، اطراف الغرائب والافراد من حدیث رسول اللہ، ج۳، ص۱۱۲، رقم ۲۱۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۰۴ء۔۔ابن عساکر، علی بن الحسن، تاریخ دمشق، حرف السین، باب السائب بن یزید، ج۲۰، ص۱۱۳، دار المعرفۃ، قاہرہ، ۲۰۰۲ء۔۔سند میں عبداللہ بن یزید البکری کو الہیثمی نے ضعیف کہا ہے۔ مجمع الزوائد، ج۵، ص۱۹۴، رقم ۸۴۵۸۔

39 تفسیر من سنن سعید بن منصور، کتاب التفسیر، باب تفسیر فاتحۃ الکتاب، رقم ۱۷۵، دار الصمیعی للنشر والتوزیع ریاض، ۱۴۲۰ھ۔ شعب الایمان کتاب فی تعظیم القرآن، باب فاتحۃ الکتاب، رقم ۲۳۶۸۔۔البانی نے اسے موضوع کہا ہے۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج۱۸، ص۱۳۱، رقم ۸۳۸۴۔

40 سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحۃ الکتاب، رقم ۳۳۷۰۔۔شعب الایمان کتاب فی تعظیم القرآن، باب ذکر فاتحۃ الکتاب، رقم ۲۳۷۰۔۔یہ مرسل روایت ہے۔البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج۱۸، ص۳۲، رقم ۸۳۸۵۔

41 الکشف والبیان، تفسیر سورۃ الفاتحہ، باب اسماء ھذہ السورۃ، ج۱، ص۴۹۔

42 مسند احمد، کتاب مسند الانصار، باب حدیث خارجہ بن الصلت عن عمہ، رقم ۲۱۸۸۴۔۔سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی، رقم ۳۸۹۸۔۔سنن النسائی، کتاب الطب، باب ذکر مارقی بہ المعتوہ، رقم ۴۵۳۷۔۔ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق، عمل الیوم واللیلۃ، کتاب مایقرأ علی من یعرض لہ فی عقلہ، باب کل فلعمری من اکل برقیۃ، رقم ۶۲۹، دار الفیحاء، دمشق، ۱۴۰۷ھ۔۔المستدرک، کتاب فضائل القرآن، باب اخبار فی فضائل القرآن جملۃ، رقم ۲۰۵۵۔دلائل النبوۃ للبیہقی، کتاب جماع ابواب غزوۃ تبوک، باب جماع ابواب کیفیۃ نزول الوحی علی رسول اللہ، رقم ۳۰۱۷۔۔البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح وضعیف سنن ابو داؤد، ج۸، ص۳۹۶، رقم ۳۸۹۶۔

43 مسند البزار میں نہیں ملا۔سند میں غسان بن عبید کو الہیثمی نے ضعیف کہا ہے باقی رجال صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد، ج۱۰، ص۱۲۱۔

44 المعجم الاوسط، جز۵، باب من اسم عبدان، رقم ۴۵۹۴۔سند میں سلیمان بن احمد الواسطی کو یحییٰ بن معین نے کذاب اور نسائی نے ضعیف کہا ہے۔لسان المیزان، ج۳، ص۷۲، رقم ۲۷۲۔

45 مسند عبد بن حمید، مسند ابن عباس، رقم ۶۷۸، مکتبۃ السنہ، قاہرہ، ۱۹۸۸ء۔۔سند میں ابان اور شہر بن حوشب ضعیف راوی ہیں۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج۱۸، ص۳۰، رقم ۸۳۸۳۔

46 المستدرک، کتاب فضائل القرآن، باب اخبار فی فضائل القرآن جملۃ، رقم ۲۰۵۶۔۔ شعب الایمان، کتاب فی تعظیم القرآن، باب ذکر فاتحۃ الکتاب، رقم ۲۳۵۸۔۔ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب، ج۲، ص۸۵، رقم ۱۴۵۴۔

47 فضائل قرآن لابن الضریس، کتاب فضل خاتمۃ الکتاب، باب انی اعطیتک فاتحۃ الکتاب وھی من کنوز عرشی، رقم ۱۴۱۔۔ شعب الایمان، کتاب فی تعظیم القرآن، باب ذکر فاتحۃ الکتاب، رقم ۲۳۶۳۔۔ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے کیونکہ سند میں صالح بن بشیر المری ضعیف راوی ہے۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج۸، ص۴۳۲، رقم ۳۴۸۵۔

48 مسند اسحاق بن راہویہ میں نہیں ملا۔۔ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج۱۸، ص۲۸، رقم ۸۳۸۱

49 المستدرک، کتاب فضائل القرآن، باب اخبار فی فضائل القرآن جملۃ، رقم ۲۰۵۳۔۔ شعب الایمان کتاب فی تعظیم القرآن، باب ذکر الحوامیم، رقم ۲۴۸۷۔۔ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے کیونکہ سند میں عبیداللہ بن ابی حمید متروک راوی ہے۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج۷، ص۳۲۲، رقم ۲۸۷۵۔

50 المعجم الکبیر، حرف الصاد، باب صدی بن عجلان (ابوامامہ الباہلی) رقم ۷۹۲۰۔۔ مسند الفردوس اور الاحادیث المختارۃ لضیاء المقدسی میں نہیں ملا۔۔ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے کیونکہ سند میں القاسم بن عبدالرحمن ضعیف راوی ہے۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج۵، ص۲۰۶، رقم ۱۷۵۹۔

51 دلائل النبوۃ لابی نعیم میں نہیں ملا۔ الفردوس بماثور الخطاب، ج۳، ص۱۴۴، رقم ۴۳۸۶۔۔ البانی نے اسے ضعیف الاسناد کہا ہے۔ سند میں یوسف بن عطیہ متروک راوی ہے۔ السلسلۃ الضعیفہ، ج۸، ص۴۹۸، رقم ۳۹۹۶۔

52 فضائل قرآن، قاسم بن سلام، ج۱، ص۳۶۳، رقم ۳۲۶۔۔ مرسل روایت ہے۔ حسن بصری (تابعی) نے ارسال کیا ہے۔

53 ابن قانع، عبدالباقی، معجم الصحابۃ، باب الراء، رقم ۳۸۴، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۸ء۔۔ سند میں رجاء الغنوی کے متعلق ذہبی کہتے ہیں کہ فضیلت قرآن میں اس کی روایت صحیح نہیں۔ جامع الاحادیث، السیوطی، ج۴، ص۳۲۹، رقم ۳۲۷۸۔

54 فضائل قرآن لابن الضریس، کتاب فضل الالف واللام من القرآن، باب من شھد فاتحۃ الکتاب، رقم ۷۵۔ سند میں صالح بن بشیر المری کو ابن حجر نے ضعیف کہا ہے۔ تھذیب التھذیب، ج۴، ص۳۳۴، رقم ۶۵۱۔

55 تاریخ دمشق، حرف الشین، باب شداد بن اوس، ج۲۲، ص۴۱۳، رقم ۲۷۰۸۔۔ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ سند میں صالح بن نوح ضعیف راوی ہے۔ السلسلۃ الضعیفہ، ج۴، ص۷۴، رقم ۱۵۳۷۔

56 الشافعی، محمد بن ادریس، الام، کتاب الصلاۃ، باب افتتاح الصلاۃ، ج۱، ص۱۲۹، دار المعرفۃ، قاہرہ، ۱۹۹۸ء۔۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلاۃ، باب من قال لاصلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب، رقم ۳۶۱۸۔۔ مسند احمد، کتاب مسند الانصار، باب حدیث عبادۃ بن الصامت، رقم ۲۲۷۲۹۔۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القرأۃ، رقم ۸۲۳۔۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ، رقم ۹۰۰۔۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القرأۃ فی الصلاۃ بفاتحۃ الکتاب، رقم ۸۲۲۔۔ سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء انہ لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب، رقم ۲۴۷۔۔ سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب ایجاب قرأۃ فاتحۃ الکتاب فی

الصلاۃ، رقم ۹۱۰۔۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب القرأۃ خلف الامام، رقم ۸۳۷۔۔ السنن الکبریٰ، کتاب الصلوٰۃ ، باب تعیین، رقم ۲۱۹۳۔۔ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح وضعیف سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۳۲۲، رقم ۸۲۲۔

57 سنن الدار قطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قرأۃ ام الکتاب فی الصلوٰۃ وخلف الامام، رقم ۲۰۔۔ المستدرک، کتاب الامامۃ، باب التامین، رقم ۸۶۷۔۔ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج ۸، ص ۱۴۶، رقم ۳۱۹۹۔

58 مسند احمد، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، باب مسند ابی ہریرہ، رقم ۷۲۸۹۔۔ السنن الکبریٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب تعیین القرأۃ بفاتحۃ الکتاب، رقم ۲۱۹۵۔ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر، ج ۱۸، ص ۳۱۱، رقم ۸۶۶۴۔

59 امام مالک، الموطا، کتاب النداء للصلوٰۃ، باب القرأۃ خلف الامام، رقم ۲۷۸، موسسۃ زید بن سلطان النھیان، ۲۰۰۴۔۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب، رقم ۳۶۱۹۔۔ مسند احمد، کتاب مسند المکثرین، باب مسند ابی ہریرہ، رقم ۱۰۲۰۱۔۔ امام بخاری، القرأۃ خلف الامام، باب من صلی ولم یقرأ بام القرآن فھی خداج، رقم ۱۱، المکتبہ السلفیہ، لاہور، ۱۴۰۰ھ ۔۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ، رقم ۹۰۷۔۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من ترک القرأۃ فی صلوتہ بفاتحۃ الکتاب، رقم ۸۲۱۔۔ سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ فاتحۃ الکتاب، رقم ۲۹۵۳۔۔ سنن النسائی، کتاب افتتاح الصلوٰۃ، باب ترک قرأۃ بسم اللہ۔۔ فی فاتحۃ الکتاب، رقم ۹۸۱۔۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ وسنت فیھا، باب القرأۃ خلف الامام، رقم ۸۳۸۔۔ تفسیر الطبری، سورۃ الحجر، آیت ۸۷۔۔ صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، رقم ۱۷۸۴۔۔ سنن الدار قطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قرأۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی الصلوٰۃ والجھر بھا، رقم ۳۵۔۔ السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب تعین القرأۃ بفاتحۃ الکتاب، رقم ۲۱۹۶۔ ۔البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح وضعیف سنن الترمذی، ج ۱، ص ۳۱۲، رقم ۳۱۲۔

60 سنن الدار قطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قرأۃ بسم اللہ فی الصلوٰۃ والجھر بھا، رقم ۳۵۔۔ السنن الکبری، کتاب الصلاۃ، باب تعین القرأۃ للفاتحۃ، رقم ۲۱۹۵۔۔ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب، ج ۲، ص ۸۶، رقم ۱۴۵۵

61 تفسیر الطبری، سورۃ الفاتحہ، آیت ۷، رقم ۲۲۴۔۔ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الفاتحہ، آیت ۳، رقم ۱۹۔۔ یہ صحیح الاسناد روایت ہے۔ بحوالہ تفسیر الطبری مذکور۔

62 المعجم الاوسط، باب من اسم محمد، رقم ۶۴۱۱۔۔ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ سند میں سلیمان بن ارقم متروک راوی ہے۔ السلسۃ الضعیفہ، ج ۱۱، ص ۴۴۴، رقم ۵۴۴۲